میرا بچپن۔۔۔میرا حق

''ابھی شادی نہیں''

پاکستان اور بچپن کی شادی

پاکستان بھر میں بچپن اور جبری شادیاں عام رواج کے طور پر کی جاتی ہیں لیکن خیبر پختونخوا میں بچپن اور جبری شادیوں کی شرح قابلِ تشویش ہے۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی سالانہ رپورٹ 2012ء کے مطابق خیبر پختونخوا کے بعض اضلاع میں بچپن کی شادیوں کی شرح 74% تک ہے جو ایک انتہائی بلند تناسب ہے اور اس کا نتیجہ انسانی حقوق کی پامالی، حق تلفیوں اور اکثر تشدد کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

بچپن کی شادیاں بچے اور بچیوں کی جنسی و تولیدی صحت، تعلیم جاری رکھنے اور ذاتی تشخص و پسند کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہیں جس کے گھر اور معاشرے پر انتہائی منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

خیبر پختونخوا میں شادی سے متعلقہ فیصلے میں عموماً لڑکے اور لڑکی کی مرضی کو بہت کم اہمیت دی جاتی ہے اس لیے بچپن کی شادیاں صوبے و پاکستان بھر میں نہ صرف معاشی، معاشرتی، قانونی اور سماجی مرتبے کی بلندی میں رکاوٹ ثابت ہوتی ہیں بلکہ ملک کی مجموعی ترقی کی راہ میں بھی ایک بڑی رکاوٹ کا سبب ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کو ان کی ذات سے متعلق فیصلوں میں اختیار دیا جائے اور انکی زندگیوں کو متاثر کرنے والے معاملات میں ان کی بامقصد شراکت کو یقینی بنایا جائے تاکہ صنفی عدم مساوات، امتیازی سلوک و تشدد اور غربت کے چکر کو توڑنے میں مدد حاصل ہو اور ایک انسان دوست معاشرہ تشکیل پا سکے۔

شادی یا نکاح کی تعریف اور حقِ انتخاب

شادی/نکاح ایک شرعی اور قانونی معاہدہ ہے جس کا انہیں قانونی اور شرعی حق حاصل ہے جو مرد اور عورت ایک خاندان کی بنیاد رکھنے کے لیے کرتے ہیں جس کی تکمیل پر عورت اور مرد میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ نکاح کے لیے لڑکے اور لڑکی کی رضامندی کو کلیدی حیثیت حاصل ہے اور وہ اس کا اظہار اپنے والدین/سرپرست سے نکاح سے پہلے یا نکاح کے وقت برملا کر سکتے ہیں اور اگر وہ نکاح کے وقت انکار کر دیں تو نکاح جائز نہیں ہوتا لیکن ہمارے معاشرے میں اکثر لڑکیوں کو حقِ انتخاب نہیں دیا جاتا جو آنے والی زندگی میں مصائب اور مشکلات کا باعث بنتا ہے۔

کم عمری اور بچپن کی شادیوں کے محرکات

پاکستان کے مختلف علاقوں میں بچپن کی شادیوں کے مختلف محرکات پائے جاتے ہیں جن میں غربت ،جنسی تشدد سے تحفظ ،لڑکیوں کے لیے تعلیم و نوکریوں کا نہ ہونا ،لڑکیوں کا صرف ماؤں اور بیویوں کے روپ میں قابل قبول ہونا شامل ہے۔بچپن کی شادیوں کی براہ راست ذمہ داری صنفی عدم مساوات ،فرسودہ روایات ،پُرانے رسومات ،غلط تصوّرات اور فرسودہ رواجوں اور پدرشاہی معاشرے پر عائد ہوتی ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ لڑکیاں ''پرائی امانت'' ہوتی ہیں اور لڑکیوں کو ایک نہ ایک دن پرائے گھر چلے جانا ہے۔والدین اور خاندان کے دیگر افراد کو بچپن کی شادیوں پر اکساتے ہیں اور والدین کوشش کرتے ہیں کہ ''پرائی امانت'' کے بوجھ سے سبکدوش ہوسکیں۔

پاکستان میں بچپن کی شادیوں کا مسئلہ اس لئے بھی نہایت پیچیدہ ہے کہ بعض حلقوں کی جانب سے اِسے مذہبی جواز بھی فراہم کیا جاتا ہے جو پاکستان میں بچپن کی شادیوں کی روک تھام کے حوالے سے قانون سازی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ بھی ہے۔ ہمارے معاشرے کا رجحان ہے کہ اکثر مائیں کوشش کرتی ہیں کہ بیٹے کے لیے کم عمر لڑکی کی تلاش کر سکیں تا کہ اُس میں تابعداری کی صلاحیت کو پختہ کیا جا سکے اور آسانی سے گھریلو ماحول میں ڈھالا جا سکے۔اس کے ساتھ ہی مائیں اپنی بیٹیوں کی جلدی شادیاں کرنا چاہتی ہیں تا کہ ان کے فرض سے سبکدوش ہوسکیں اور بیٹیوں کے رشتے نہ ہونے کے معاشرتی دباؤ سے آزاد ہوسکیں۔

مخصوص حالات میں ہونے والی بچپن کی شادیاں

پدرشاہی معاشرے میں بعض اوقات مخصوص حالات میں کم عمری میں ہی جبری شادیاں کردی جاتی ہیں جنہیں سندھ میں دندیابدا، پنجاب میں ونی، خیبر پختونخوا، قبائلی علاقہ جات اور بلوچستان میں سوّرہ کہا جاتا ہے اس رسم کے تحت ملزم خاندان، فریقین کے درمیان گھریلو تنازعہ طے کرنے کے عوض اپنی کم عمر لڑکی یا لڑکیوں کی شادی متاثرہ خاندان میں کردی جاتی ہے۔ اس رسم کا شکار بننے والی بچیوں کو عموماً انتہائی تکلیف دہ ماحول میں رہنا پڑتا ہے جہاں انہیں عموماً دشمن کی بیٹیاں یا رشتہ دار سمجھ کر بُرا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ملک کے بعض علاقوں میں بچیوں کو جائیداد کے حق سے محروم

کرنے کے لیے قرآن مجید کے ساتھ ان کی علامتی شادی بھی کر دی جاتی ہے تا کہ وہ مستقبل میں نہ تو بچے پیدا کر سکیں اور نہ ہی جائیداد میں اپنا حق طلب کر سکیں۔

نوعمری میں شادی کے اثرات

نوعمری کی شادی کا پہلا نتیجہ چھوٹی عمر میں بچے کی پیدائش اور اس سے متعلقہ پیچیدگیاں ہیں خاص طور پر فیسٹولہ جیسی بیماریاں جو کہ نہ تو بتائی جاتی ہیں اور نہ ہی شمار کی جاتی ہیں۔

اقوام متحدہ کے ادارے یونیسیف کی ایک رپورٹ (**The State of the World Children 2016**) کے مطابق ممکنہ طور پر **40** ملین بچے پانچ سال کی عمر تک نہیں پہنچ پاتے جبکہ بچپن کی شادیوں کی روک تھام کے لیے کام کرنے والے عالمی اتحاد گرلز ناٹ برائیڈز کے مطابق **2017** میں دیئے گئے اعداد کے مطابق عالمی طور پر **15** سال سے لے کر **19** سال تک کی عمر کی لڑکیوں میں زچگی کے دوران پیش آنے والی پیچیدگیاں اموات کی ایک بڑی وجہ ہیں۔

UNFPA کی ایک رپورٹ (**State of the World Population 2013**) کے مطابق ترقی یافتہ ممالک میں روزانہ **18** سال سے کم عمر **20** ہزار لڑکیاں بچوں کو جنم دیتی ہیں۔ زچگی اور پیدائش ان کم عمر لڑکیوں کی صحت، تعلیم، ذہنی اور جسمانی صحت پر انتہائی منفی اثرات مرتب کرتی ہیں۔

پاکستان میں ماؤں کی تین چوتھائی اموات بچوں کی پیدائش کے دوران اور اس کے بعد والے عرصے میں واقعہ ہوتی ہیں اور ان اموات کی تین اہم ترین وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

- ☆ پیدائش کے بعد خون کا زیادہ بہہ جانا
- ☆ کوئی خطرناک انفیکشن
- ☆ حمل کے دوران تشنج کا دورہ

کم عمری میں شادی کا حقیقت میں مطلب ہے خواتین کو تعلیم اور اپنے لئے موزوں مواقع تلاش کرنے کے حق سے محروم کر دینا۔ کم عمری میں شادی کی وجہ سے خواتین باخبر ماؤں کا کردار ادا نہیں کر سکتیں، وہ روزگار کے تقاضوں کو نبھا نہیں سکتیں اور نہ ہی اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کر سکتی ہیں۔ عمر بھر کے لئے ہونے والے یہ معاشرتی اور معاشی

مسائل جو کہ کم عمری میں شادی اور جلد بچے پیدا کرنے کا نتیجہ ہوتے ہیں ذرائع معاش کے مواقع کو محدود کرتے ہیں اور ایک نوعمر دلہن کو معاشی مسائل کے ایک ایسے چکر میں پھنسا دیتے ہیں جو اسے کھینچ کر اذیت ناک غربت کے منہ میں لے جاتا ہے۔ یہ کوئی اچھنبے کی بات نہیں ہے کہ پاکستان میں غیر رسمی شعبہ نیم ہنرمند اور کم اجرت حاصل کرنے والی خواتین (70 فیصد) پر ہی انحصار کرتا ہے اسلئے پاکستان کی آدھی آبادی کی قابلیت کو مکمل طور پر استعمال میں نہیں لایا گیا۔ مزید یہ کہ کم عمری کی شادیاں لڑکیوں کے شادی سے متعلق حقوق اور خود مختاری کو سلب کرتی ہیں۔ اور انھیں آزادانہ اور مکمل رضامندی کے ساتھ شادی کرنے کے اس حق سے بھی محروم کرتی ہیں جو انہیں نہ صرف انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے نے بلکہ مذہب نے بھی دیا ہے۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جب ایک فریق اپنی زندگی کے ساتھی کے بارے میں صحیح فیصلہ کرنے کے لئے پختہ ذہن کا مالک نہیں اور نہ ہی اپنے آئینی اور مذہبی حقوق سے آگاہ ہے تو رضامندی "مکمل اور آزادانہ" نہیں ہوسکتی۔ غیر محفوظ جسمانی تعلق سے انکار نہ کر سکنے کی وجہ سے یہ نوعمر خواتین (جنہیں 18 سال سے کم عمری ہونے کی وجہ سے "دلہن بچیاں" بھی کہا جاتا ہے) اور ان کے بچے بھی جنسی تعلق کے دوران منتقل ہونے والی بیماریوں کا شکار ہوسکتے ہیں۔ زیادہ تر کم عمر دلہنوں کو گھریلو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ تعلیم، شادی کی عمر اور تولیدی صحت کے رویے کا آپس میں تعلق بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ تعلیم شادی اور بچوں کی پیدائش میں ایک مناسب وقفہ کا سبب بنتی ہے۔ یاد رکھیں کہ تعلیم کی مختلف سطحوں پر شادی کی عمر تولیدی رویوں اور پسند کے اختیارات کا بھی آپس میں تعلق ہے۔

نتائج اور تجاویز:

کم عمری کی شادی بچوں کی زندگیوں پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے اور اکثر اوقات انہیں سماجی دھارے سے باہر رکھنے کا باعث بنتی ہے۔ یہ نہ صرف صحت کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ بحیثیت ایک انسان اور شہری ترقی کرنے کی اہلیت میں بھی رکاوٹ کا سبب بنتی ہے۔

کم عمری کی شادیاں نہ صرف انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہیں بلکہ یہ ترقی کی راہ میں بھی رکاوٹ بنتی ہیں۔ اس وقت پاکستان اپنے قوانین کو بین الاقوامی وعدوں سے ہم آہنگ نہ کر کے اقوام متحدہ میں عالمی برادری سے

کئے ہوئے وعدے پورے نہیں کر رہا۔

لڑکیوں کے لیے محدود وسائل اور متبادل ذرائع پر خرچ کرنے کی ترغیبات اکثر لوگوں کو اپنی بیٹیوں کی شادیاں جلدی کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ایسی شادیاں عموماً لڑکیوں کو تحفظ کی بجائے گھریلو تشدد،شوہر کی طرف سے جبری ہم بستری، اچھی خوراک سے محرومی اور اپنے سُسرالی گھر میں محدود نقل وحرکت جیسے مسائل سے دوچار کرتی ہیں۔

صحت خاص طور پر تولیدی صحت کو مدِنظر رکھتے ہوئے کم عمری کی شادیاں لڑکیوں کے لیے زیادہ نقصان دہ ہیں۔عالمی طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایسی شادیاں اکثر لڑکیوں کو جنسی عمل کے دوران منتقل ہونے والی بیماریوں کے خطرے سے دوچار کرتی ہیں اور لڑکیاں بھی ترقی کے حق سے محروم ہوسکتی ہیں اور اپنے بچوں کی اچھی تربیت بھی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ کم عمری میں جنسی تعلق، حمل اور بچے کی پیدائش اور گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ اور سماجی تنہائی منفی اثرات کا سبب بنتے ہیں۔ بلکہ یہ خاندان اور معاشرے پر بھی منفی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

وقت کی اہم ضرورت ہے کہ صوبائی اور مرکزی حکومتیں پاکستان کے آئین، بین الاقوامی معاہدوں بشمول (CEDAW) عورتوں کے خلاف ہر قسم کے امتیاز کے خاتمے کا کنونشن، (CESPR) کنونشن برائے معاشی، سماجی اور سیاسی حقوق بیجنگ آبادی وترقی کی بین الاقوامی کانفرنس اور SDGs (Sustainable Development Goals) کے مطابق تمام ایسی روایات کا خاتمہ کیا جائے جو ہمارے معاشرے میں بچیوں اور خواتین کا جینا مشکل بنا دیتی ہیں۔

مندرجہ ذیل تجاویز نوعمری/کم عمری کی شادیاں روکنے کے لئے حکومتی کاروائی کے لئے پیش کی جارہی ہیں:

☆ لڑکے اور لڑکی کے لئے شادی کی کم سے کم عمر **18** سال مقرر کرنے اور نوعمری میں جبری شادی سے متعلق قانون اور رواج میں بے قاعدگیوں کو ختم کرنے اور بچپن میں شادی پر پابندی کے (ترمیمی) ایکٹ **2009** کی منظوری کے عمل کو تیز کیا جائے۔

☆ مسلم نکاح کی منسوخی کا ایکٹ **1939** میں مناسب ترامیم کی جائیں جو بچپن کی شادی کے خلاف قانون میں ترمیم کی عکاسی کریں اور بلوغت کے اختیار کی عمر بڑھا کر **18** سال کر دی جائے اور اس اختیار کو استعمال کرنے کی بالائی حد **19** سال کر دی جائے۔قانون کی ایک دفعہ کے تحت کم عمری کی شادی کو طلاق لینے کے لیے ایک جائز وجہ قرار دیا جاے اور سورّہ، وَنی اور ان جیسی دوسری رسموں کا شکار ہونے والی خواتین کو قانونی مدد فراہم کی جائے۔

☆ بچپن کی شادیوں کے خاتمے کے حوالے سے ضروری ہے کہ نکاح خواہان اور مقامی راہ ہموار کرنے والوں (کونسلرز، مذہبی رہنماؤں اور اساتذہ) کی تربیت کی جائے تاکہ وہ اپنا کردار ادا کر سکیں۔اس کے ساتھ ہی شادی کے موقع پر لڑکی کے حقوق کے تحفظ کے لیے نکاح نامہ سے واقفیت، پیدائش کا ضروری اندراج اور لڑکیوں کے لئے شناختی کارڈ کا حصول یقینی بنایا جائے۔

☆ نادرا آرڈیننس کے تحت ایک آسان طریقہ کار کے ذریعے پیدائش اور شادیوں کے اندراج کو یقینی بنایا جائے اور جرگوں اور پنچائت کے فیصلوں پر پابندی کو نافذ کیا جائے۔

☆ پہلے سے قومی اسمبلی میں جمع کروائے گئے خواتین مخالف رسومات کے انسداد کے بل کو حتمی شکل دی جائے۔اور اِس کے مؤثر نفاذ اور خلاف ورزی کی صورت میں اس کے تحت کاروائی کے لیے اقدامات کئے جائیں۔

☆ جرگوں اور پنچائتوں کے فیصلوں پر پابندی نافذ کیا جائے۔

☆ نادرا آرڈیننس کے تحت ایک آسان طریقہ کار کے ذریعے پیدائش اور شادیوں کے اندراج کو یقینی بنایا جائے۔ایسا کرنا قانون کے تحت ضروری ہے لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہو رہا اور کچھ علاقوں میں تو پیچیدہ طریقہ کار کی وجہ سے اس عمل میں کمی واقع ہوئی ہے۔

☆ مسلم عائلی قوانین **1961** کے قواعد وضوابط میں ترمیم کر کے نکاح کا اندراج کرنے والوں کے لیے تعلیمی قابلیت کی شرط رکھی جائے اور انہیں لائسنس جاری کرنے کے لیے ایک معیار طے کیا جائے۔مقرر کردہ نکاح ورجسٹراروں کے لیے تربیت لازمی قرار دی جائے اور لائسنس کی شرائط کی

خلاف ورزی کرنے والے نکاح رجسٹراروں کے لائسنس منسوخ کر دیئے جائیں۔

☆ کم عمری اور جبری شادیوں کے منفی اثرات سے آگاہی کے لیے بڑے پیمانے پر مہمات چلائی جائیں۔

☆ نگران ڈھانچوں اور عوامی شعبوں میں خواتین کی تسلسل کے ساتھ موجودگی ضروری بنائی جائے۔ مقامی حکومتوں کے نظام میں نوجوان لڑکیوں اور ان کے خاندان والوں کیلئے رول ماڈل فراہم کرنے کی اہلیت تھی اور اس نظام نے انہیں ترقی اور بہتر طور پر آگاہی کے موقع فراہم کیئے۔

☆ نوجوانوں اور صحت سے متعلق پالیسیوں کو نوعمری کی شادی اور اس حوالے سے پاکستان کے وعدوں کی عکاسی کرنی چاہیئے۔

☆ لڑکی اور لڑکے کی شادی کے لئے کم سے کم 18 سال کی عمر کا قانون منظور ہونے کے بعد اس کے نفاذ کو یقینی بنانے کیلئے موجودہ ڈھانچوں میں حمایت تلاش کی جائے۔

بچہ شادی امتناعی ایکٹ 1929ء (Child Marriage Restraint Act 1929)

پاکستان میں بچہ شادی، بچہ شادی امتناعی ایکٹ 1929ء (نمبر XIX) کے تحت ایک حد تک قانونی طور پر ممنوع ہے۔ اس ایکٹ کے تحت لڑکے کے لیے شادی کم از کم عمر 18 سال جبکہ لڑکی کے لیے 16 سال متعین ہے۔ (دفعہ 2)۔ اس کی خلاف ورزی پر 1000 روپے جرمانہ اور ایک ماہ قید کی سزا یا درج ذیل کیلئے دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں:

☆ ایک بالغ مرد (18 سال کی عمر سے زیادہ) جو ایک بچی سے شادی کا ارتکاب کرے (دفعہ 4)

☆ ایک فرد جو بچہ شادی میں نکاح پڑھائے (دفعہ 5)

☆ والدین یا سرپرست جو بچہ شادی رکوانے کا اقدام نہ کرے (دفعہ 6)

ایکٹ 1929ء قانون کی کتابوں میں درج اُن چند قوانین میں سے ایک ہے جو خود قائداعظم نے اس وقت متعارف کرائے تھے جب وہ برٹش انڈیا کی قانون ساز اسمبلی کے رکن تھے۔ بچہ شادیوں کی مذہبی توثیق رکوانے کے لیے یہ ایکٹ یکم اکتوبر 1929ء کو منظور ہوا جبکہ پورے انڈیا کے لئے یہ 30 اپریل 1930ء کو مؤثر العمل ہوا۔ یہ اب بھی نافذ ہے اور اس کا اطلاق پورے پاکستان پر ہوتا ہے۔ اس کا اطلاق پاکستان کے مسلم اور غیر مسلم تمام شہریوں پر ہوتا ہے چاہے وہ پاکستان کے اندر رہتے ہوں یا جہاں کہیں بھی رہائش پذیر ہوں۔

یہ قانون ایک دلیرانہ اقدام تھا کیونکہ 1929ء میں بچہ شادی کا رواج صرف انڈیا تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ یہ بہت سے مغربی معاشروں میں بھی رائج تھا۔ قدیم یورپ میں خواتین اور بچوں کی صورتحال کی بہت سے ایشیائی معاشروں میں جاری رسوم و رواج سے بے حد مماثلت تھی۔

ان تمام مماثلتوں کے باوجود بچہ شادی کے رواج پر مغرب کے مقابلے میں برصغیر میں بہت وسیع پیمانے پر عمل ہوتا تھا۔ بچہ دلہنوں، بچہ طلاق یافتگان اور بچہ بیواؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی پہلے ہی استحصال کی شکار ان بچیوں کے لیے خاوند کی موت کے بعد بیوہ ہونے پر خودسوزی یا ستی کی رسم پر عمل پیرا ہونے کے رواج نے مظالم میں ایک نئے پہلو کا اضافہ کر دیا تھا۔ ایکٹ 1929ء سے پہلے "رضامندی کی عمر کا ایکٹ 1892ء میں بنایا گیا جس میں عمر کی ایک حد متعین کی گئی جس سے کم عمر ہونے کی صورت میں شادی نہیں ہو سکتی تھی۔

تاہم اس سماجی قانون پر سختی سے عمل درآمد کرانے کے حوالے سے برطانوی حکمرانوں میں سیاسی عزم کی کمی تھی لہذا بچہ شادیوں پر بلا روک ٹوک عملدرآمد جاری رہا۔اس لعنت پر قابو پانے کے لئے ایکٹ 1929ءوضع اور نافذ کیا گیا۔ اس ایکٹ کے مقصد اور عنوان سے ہی پتہ چلتا ہے کہ یہ بچہ شادیوں کی مذہبی توثیق روکنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ درحقیقت اس ایکٹ میں بچے کی تعریف اسطرح کی گئی ہے کہ ایک فرد جو مرد ہونیکی صورت میں 14 سال سے کم عمر اور لڑکی ہونے کی صورت میں 12 سال سے کم عمر ہو بعد ازاں یہ عمر بڑھائی گئی۔15 جولائی 1961ءکو موثر العمل ہونے والے مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء (نمبر 8) نے ایکٹ میں مسلم شہریوں کی حد تک بچی کی عمر 12 سال سے بڑھا کر 14 جبکہ لڑکے کی عمر 21 سال سے کم کر کے 18 سال کردی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر مسلم شہریوں کے لیے عمر کی حد 1961ء کی ترمیم سے پہلے کی سطح پر برقرار ہے۔ اسی قانون کے تحت انڈیا میں لڑکوں کے لئے عمر کی حد 21 سال اور لڑکیوں کے لئے 18 سال تک بڑھائی گئی ہے۔

1961ء میں آرڈیننس کے ذریعے ترمیم کے بعد ایکٹ میں کہا گیا ہے کہ جو کوئی بھی 18 سال سے زائد عمر کا مرد ہے اور 16 سال سے کم عمر کی لڑکی کے ساتھ شادی کرتا ہے تو اسے محض قید کی سزا ہوگی یعنی قید بامشقت نہیں ۔ (تعزیرات پاکستان دفعہ 53) بلکہ اسے 1000 روپے جرمانہ کے ساتھ ایک ماہ کی قید یا دونوں سزائیں بھی دی جاسکتی ہیں۔

مزید برآں جو کوئی بھی کسی بھی بچہ شادی میں کردار ادا کرتا ہے۔اسکے لئے کام کرتا ہے یا ہدایت دیتا ہے اور اس شادی میں فریقین میں سے ایک فریق بچی ہے تو ایسے فرد کو ایک ماہ تک قید 1000 روپے تک جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں تاوقتیکہ وہ یہ ثابت کردے کہ اسکے پاس اس بات پر یقین کرنے کا معقول سبب تھا کہ مذکورہ شادی، بچہ شادی نہیں تھی۔اسی طرح درج ذیل افراد کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے گا۔جن پر بچہ شادی کرانے میں ملوث ہونے کا الزام ہو چاہے وہ والدین ہوں یا سرپرست یا کسی بھی دوسرے حوالے سے چاہے وہ قانونی ہو یا غیر قانونی۔

- ☆ جو کوئی اس شادی کے معاملے کو آگے بڑھانے میں کوئی کردار ادا کرے، یا
- ☆ اسے مذہبی حیثیت دینے کی اجازت دے، یا

☆ نادانستہ طور پر اس شادی کو مذہبی حیثیت دینے سے روکنے میں ناکام رہے۔

تو اسے ایک ماہ تک قید، 1000 روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں تاہم اس میں ملوث کسی خاتون کو قید کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ ایکٹ کی اس دفعہ کے مقاصد کے لئے قانون کے تحت یہ سمجھا جائے گا کہ، جب تک اسکے برعکس ثابت نہ ہو جائے کہ ایک بچے کو بچہ شادی کے بندھن میں باندھا گیا ہے اور بچے کی شادی کرانے کا ملزم نادانستہ طور پر اس شادی کو مذہبی حیثیث دینے سے روکنے میں ناکام رہا ہے مجسٹریٹ درجہ اوّل کے علاوہ کوئی بھی عدالت اس ایکٹ کے تحت آنے والے کسی بھی جرم کی سماعت یا ٹرائل کی مجاز نہیں ہے۔ تاہم مجسٹریٹ درجہ اوّل بھی جرم سرزد ہونے کی تاریخ سے ایک سال تک کی مدت ختم ہونے کے بعد اس وقت تک، سوائے پنجاب کے، مقدمے کی سماعت نہیں کرسکتا جب تک وہ یونین کونسل میں شکایت درج نہ کرائے جسکی حدود میں بچہ شادی ہوئی ہو یا نکاح پڑھایا جانا ہو یا اگر اس علاقے میں کوئی یونین کونسل نہ ہو تو اسکی طرف سے مقامی حکومت کے نمائندے یہ کام کرسکتے ہیں۔

ایسے مقدمات میں جہاں عدالت شکایت یا دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والی معلومات کی بنیاد پر مطمئن ہو کہ بچہ شادی میں مذہبی فریضہ ادا کیا جانے والا ہے، تو عدالت ایسی شادی کرنے والے کسی بھی فرد کے خلاف حکم امتناعی جاری کرسکتی ہیں، یا بچہ شادی کا اہتمام کرنے میں ملوث افراد یا بچے کے کسی سرپرست چاہے وہ والدین ہوں یا سرپرست یا کسی بھی دوسرے حوالے سے وہ قانونی ہو یا غیر قانونی، ان کے خلاف عدالت حکم دے سکتی ہے تاہم متعلقہ فرد کی وضاحت سنے بغیر عدالت حکم امتناعی جاری نہیں کرسکتی۔ عدالت اس قسم کے حکم امتناعی میں تبدیلی بھی کرسکتی ہے۔ اس قسم کا حکم امتناعی نہ ماننے کی صورت میں متعلقہ فرد کو تین ماہ تک قید یا 1000 روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں لیکن ایکٹ کی اس دفعہ کے تحت کسی خاتون کو سزا نہیں دی جاسکتی۔

بچہ شادیوں پر قابو پانے میں ناکامی

اپریل 2010ء میں ہونے والی 18 ویں ترمیم سے پہلے بھی عائلی قانون صوبائی دائرہ اختیار میں آتا تھا۔ تاہم ترمیم کے بعد یہ صوبوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچہ شادی سے متعلق اپنے قوانین وضع کریں یا جیسا ضروری سمجھیں اس میں ترمیم کرلیں۔

ایکٹ 1929ء کی شقیں بہت سادہ ہیں تاہم یہ بچہ شادیوں کی مذہبی حیثیت رکوانے میں کافی حد تک ناکام رہی ہیں مسئلہ اتنا پیچیدہ ہے کہ محض قانون سازی سے اس پر قابو نہیں پایا جاسکتا ایسا جزوی طور پر سماجی وجوہات کی بناء پر ہے لیکن ایکٹ موجودہ شقوں کی کمزور نوعیت بھی اس کا سبب ہوسکتی ہے۔

ایکٹ میں بچے اور بچی کی عمروں میں فرق امتیازی ہے اور یہ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 25(2) سے متصادم ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ''محض جنس کی بنیاد پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائیگا۔'' بچے اور بچی کی عمروں میں اس جواز کی بنیاد شاید مسلم پرسنل لاء پر رکھی گئی ہے جس میں بعض افراد کی تشریح کے مطابق ایک لڑکی سن بلوغت کو پہنچنے پر ہی اسے بالغ سمجھا جاتا ہے۔ مزید برآں اس ایکٹ کے تحت دی جانے والی سزائیں اور تادیبی اقدامات بہت ہلکے پھلکے ہیں اور شاید ہی یہ آج کے حالات کے مطابق ہوں۔ یہ سزائیں 84 سال قبل متعارف کرائی گئی تھیں اور اب بہر حال ان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

صوبہ سندھ نے 2014 میں قائدانہ کردار ادا کرتے ہوئے بچپن کی شادیوں کا ترمیمی ایکٹ 2014ء منظور کیا جس میں شادی کے لیے لڑکیوں کی کم از کم عمر کو بڑھا کر 18 سال کر کے لڑکوں کے یکساں کر دیا گیا اور خلاف ورزی کی صورت میں سزاؤں اور جرمانہ کو بھی بڑھا دیا گیا 2015 میں صوبہ پنجاب نے بھی بچپن کی شادیوں کی روک تھام کے حوالے سے قانون میں ترمیم کی بدقسمتی سے پنجاب میں لڑکی کی شادی کی کم از کم عمر کو تو 16 سال سے نہ بڑھایا جاسکا لیکن سزاؤں اور جرمانے میں اضافہ کر دیا گیا۔

خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں اس حوالے سے ابھی تک کوئی ترمیمی ایکٹ پاس نہیں کیا جاسکا اور اس حوالے سے کوششیں جاری ہیں۔

خیبر پختونخوا میں بچپن کی شادیوں کی روک تھام کے مجوزہ بل 2018 کی چیدہ خصوصیات۔۔

۔یہ قانون پورے خیبر پختونخوا میں لاگو ہوگا مجوزہ قانون کے تحت بچے اور بچیوں کی کم از کم عمر 18 سال متعین کی گئی ہے۔

۔مجوزہ قانون کے تحت نکاح رجسٹرار کے لیے لازمی ہوگا کہ دلہن اور دلہا کے شناختی کارڈ دیکھے اور ان کی کاپی نکاح فارم کے ساتھ لگائے۔

۔اگر 18 سال سے ذائد عمر کا شخص کم عمر بچے یا بچی سے شادی کا مرتکب پایا گیا تو اسے تین سال اور کم از کم 2 سال اور اس کے ساتھ ہی 45000 ہزار روپے جرمانہ کی سزا بھی دی جا سکے گی۔

۔اگر کوئی شخص کسی بھی حیثیت میں کم عمری کی شادی کروانے میں شامل پایا گیا یا ایسی شادی کروانے میں سہولت فراہم کی تو اس شخص یا اشخاص کو تین سال قید (کم از کم دو سال قید) کی سزا اور 45000 ہزار روپے جرمانہ کی سزا دی جا سکے گی تاکہ وہ عدالت کو مطمئن کر سکے کہ اس کے علم میں نہیں تھا کہ دولہا اور دلہن میں ایک یا دونوں 18 سال سے کم عمر تھے۔

۔دولہا یا دلہن کے والدین، ولی، یا قریبی اقارب اگر کم عمری کی شادی کروانے کے مرتکب پائے گئے یا انہوں نے کم عمری کی شادی کی اجازت دی یا کم عمری کی شادی روکنے میں مجرمانہ غفلت کی تو انہیں تین سال قید (کم از کم دو سال قید) اور 45000 ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی جا سکے گی۔

۔مجوزہ قانون کے تحت مجسٹریٹ درجہ اول کو ہی مقدمہ کی سماعت کا اختیار ہوگا۔

۔اگر عدالت کے علم میں کوئی ایسی کم عمری کی شادی لائی جائے جس کو کروایا جا رہا ہو تو عدالت اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے یا کسی بھی شخص کی درخواست پر کم عمری کی شادی کو رکوانے کے احکامات جاری کر سکتی ہے۔

۔عدالتی احکامات کے 24 گھنٹے کے اندر متعلقہ پارٹیوں کو عدالت کے سامنے پیش ہو کر عدالت کو یہ یقین دلانا ہوگا کہ دولہا اور دلہن کی عمر 18 سال یا 18 سال سے کم ذائد ہے اور یا دونوں کے 18 سال ہونے تک شادی کو ملتوی کرنا ہوگا اگر عدالت نے شادی ملتوی کرنے کے احکامات جاری کیے اور اس کے

باجود یہ شادی کروائی گئی تو تین سال قید (کم ازکم دو سال تک قید) اور **45000** روپے تک جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔

۔مجوزہ قانون کے تحت کم عمری کی شادی قابل دست اندازی پولیس ناقابل ضمانت جرم ہوں گے اور ناقابل مصالحت ہوں گے۔

۔عدالت **90** روز کے اندر اس مقدمے کا فیصلہ سنائے گی۔

ذرا سوچئیے!

شادی دو افراد کے درمیان ایک مضبوط معاہدے کا نام ہے لہٰذا یہ دیکھنا چاہئے کہ کوئی کم سن مضبوط معاہدہ کیسے کر سکتا ہے کیا کوئی کم عمر بچہ یا بچی شادی جیسے اہم معاہدے کے حوالے سے شرائط یا معاملات طے کرنے کا اہل ہو سکتا ہے۔

ہمیں بطور افراد معاشرہ یہ سمجھنا ہوگا لڑکی کو شادی کے قابل ہونے کے لیے بالغ کے ساتھ ساتھ عاقل بھی ہونا چاہئے تاکہ وہ سوچ و فہم کا استعمال کرتے ہوئے اپنے لیے مناسب فیصلے کر سکے اور شادی کی صورت میں اس کے نتائج و اثرات سے پوری طرح آگاہ ہو اور اس حوالے سے اپنے حقوق و ذمہ داریوں سے پوری طرح آشنا ہو۔

Disclaimer

یہ کتابچہ بلیو ویز نے The Australian Government کے تعاون سے شائع کیا ہے
اس کا The Australian Government کے خیالات کا عکاس ہونا ضروری نہیں۔

BLUE VEINS
AWARENESS. ACTION. ADVOCACY

Australian Government

Australian Aid